الفاظِ سلام کی تعریف وتنکیر

(لفظ سلام ال کے ساتھ اور ال کے بغیر)

از: مولانا محمد تبریز عالم قاسمی
استاذ دار العلوم حیدرآباد

قرآن کریم کی متعدد آیات میں سلام کے دونوں صیغے: یعنی السلام الف لام کے ساتھ اور سلامٌ بغیر الف لام کے آئے ہیں؛ اِسی طرح احادیث میں اکثر و بیشتر مواضع میں لفظ سلام معرفہ آیا ہے، نکرہ بہت کم آیا ہے (سلام کے بارے میں صحیح تلفظ السلام علیکم ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی پر عمل پیرا تھے، سلامُ علیکم کہنا درست ہے؛ البتہ یہ شیعوں کا شعار بتایا جاتا ہے؛ اس لیے سلامُ علیکم کہنے سے احتراز کرنا چاہیے، دار الافتاء دار العلوم دیوبند: ۳۰۰۰۱)، اِسی بنا پر فقہاء نے کہا ہے کہ لفظِ سلام کی تعریف وتنکیر دونوں درست ہیں؛ لہٰذا سلامٌ علیکم اور السلام علیکم دونوں کہنا جائز ہے؛ لیکن البتہ السلام علیکم کہنا افضل اور بہتر ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

ولو حذف اللام، فقال: سلامٌ عليكم أجزأ، قال اللّٰه تعالى: والملائكة يدخلون عليهم من كل باب سلام عليكم (الرعد:۲۳) وقال تعالى: فقل سلام عليكم كتب ربكم على نفسه الرحمة (الأنعام:۵۴) وقال تعالى: سلام على نوح في العالمين (الصافات:۷۹) إلى غير ذلك؛ لكن باللام أولىٰ؛ لأنها للتفخيم والتكثير وثبت في حديث التشهد السلام عليك أيها النبي. (فتح الباري:۷/۱۳)

یعنی الف لام کے حذف کے ساتھ بھی جائز ہے؛ لیکن الف لام کے ساتھ اولیٰ اور افضل ہے؛ کیوں کہ الف لام میں معنی کی زیادتی اور کثرت ہے، اِس صورت میں جنسیت واستغراق مراد ہوگا اور سلامتی کی ہر نوع اور جنس اِس دعا میں آجائے گی اور تشہُّد جو نماز میں مشروع ہے، اُس میں بھی الف لام کے ساتھ السلام عليك ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

لو نوَّن المجرد من أل كما هو تحية الملائكة لأهل الجنة، يجب الرد؛ فيكون له صيغتان.

یعنی اگر کسی نے ال کے بغیر سلامٌ نکرہ استعمال کیا تو جواب دینا واجب ہے؛ کیوں کہ یہ فرشتوں کا، اہلِ جنت کو سلام کرنے کا طریقہ ہے؛ لہٰذا اسلام کے دو صیغے ہوئے۔ (ردالمحتار:۹/۵۹۶)

السلام علیکم اور سلامٌ علیکم کا ایک فرق

آیات اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں السلام عليكم کہنا مسنون ہے اور دنیا سے گذرنے کے بعد بغیر الف لام کے سلامٌ عليكم کا لفظ مسنون ہے، زیارتِ قبور کا جو کلمہ قرآن مجید میں مذکور ہے، وہ بھی سلامٌ عليكم بما صبرتم فنعم عقبى الدار آیا ہے اور فرشتے جب اہلِ جنت کا استقبال کریں گے اُس وقت بھی یہ لفظ اِسی عنوان سے آیا ہے، سلامٌ عليكم طبتم فادخلوها خالدين اور یہاں بھی اہل اَعراف اہلِ جنت کو اِسی لفظ کے ساتھ سلام کریں گے۔ (معارف القرآن:۳/۷۶۸)

ایک غلط رواج

یاد رہے کہ سلام کے مسنون صیغے صرف دو ہیں: السلامُ عليكم (شروع میں الف لام اور میم پر پیش) اور سلامٌ عليكم (شروع میں الف لام کا حذف اور میم پر تنوین) اس کے علاوہ آپ جتنے صیغے، سلام کے بولیں، وہ سب غیر مسنون ہوں گے۔

آج خصوصاً عجم میں جہاں عربی اور عربی گرامر سے ناواقفیت عام ہے، یہ رواج عام ہے کہ لوگ السلامُ عليكم کی جگہ سَلَامْ عليكم کہتے ہیں یعنی سلام کے میم کو ساکن کر کے بولتے ہیں، درمختار میں ہے:

أنه لا يجب رَدُّ ’’سلامْ عليكم“ بجزم الميم یعنی ایسے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے، اس کی شرح میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

ثم رأيتُ في الظهيرية: ولفظ السلام في المواضع كلها: السلامُ عليكم أو سلامٌ عليكم بالتنوين وبدونِ هذين كما يقول الجُهّالُ، لا يكونُ سلاماً؛ لمخالفته

السنة التي جاءت بالتركيب العربي. (الردمع الدر:۹/۵۹٦)

یعنی السلام علیکم یہ عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے شروع میں الف لام اور اخیر میں پیش ہے، حدیث میں ایسے ہی وارد ہے، اب اگر یوں کہیں "سلامْ علیکم" میم کے سکون کے ساتھ تو اس صورت میں ایک تو شروع سے الف لام حذف ہوگئے، دوسرے جب اسم پر الف لام نہ ہو تو عموماً اُس کے اخیر میں تنوین آتی ہے، اور یہاں وہ بھی نہیں، تو یہ نہ صرف عربی قواعد کے خلاف ہے؛ بلکہ الفاظِ حدیث کے موافق بھی نہیں؛ لہٰذا یہ مسنون نہیں ہے؛ بلکہ بقول علامہ شامی: ایسے سلام کرنے والے ناواقف اور جاہل ہوتے ہیں، اور ایسا عموماً بے توجہی اور جلد بازی کی وجہ سے ہوتا ہے؛ اِس لیے اس پہلو پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے، خود بھی السلام علیکم کہیں اور دوسروں کو بھی بتائیں۔

چند اور غلط صیغے: (۱) سَلَامْ لِیکُم (۲) سَلَامَا لِیکُم (۳) السلامُ علیکم (۵) السام لیکم (٦) السام علیکم (۷) سام علیکم (۸) سام لیکم (۹) السلامْ عَلِیکُم (میم کا سکون اور علیکم میں لام کے زیر کے ساتھ) (۱۰) السلام أَلَیکم.

یہ سب سلام کے غلط اور غیر مسنون صیغے ہیں، جو ناواقفیت کی وجہ سے لوگ بول دیتے ہیں، علامہ شامی کا فیصلہ یاد رکھیں ولفظ السلام في المواضع كلها: السلامُ عليكم أو سلامٌ عليكم بالتنوين، وبدون هذين كما يقول الجهال، لا يكون سلاماً.

لفظ سلام ہر جگہ السلامُ علیکم یا سلامٌ علیکم ہے، اِن دونوں الفاظ کے علاوہ جتنے الفاظ ہیں، وہ سب مسنون سلام نہیں ہیں۔

سلام کے موقع پر "علیک السلام" کہنا

ابتداے سلام میں نبی کریم ﷺ کے تعلیم کردہ الفاظ السلام علیکم یا السلام علیك ہیں، اور آپ ﷺ ابتداءِ سلام میں علیك السلام یا علیکم السلام کو ناپسند فرمایا کرتے تھے، حضرت جابر بن سُلیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو یوں سلام کیا، علیك السلامُ یا رسول اللہ! (آپ نے جواب نہیں دیا) اور کہا: لا تَقُل: علیك السلامْ؛ فإن علیك السلام تحیة الموتی کہ علیك (شروع میں) مت کہا کرو، یہ تو مُردوں کا سلام ہے۔ (ابوداؤد، رقم:۵۲۰۹)

مسئلہ: سلام کا آغاز علیك السلام یا علیکم السلام کے ذریعہ مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری: ۱۵/۳۴۶)

مسئلہ: اِس طرح سلام کرنا، مسنون طریقہ نہیں ہے؛ لہٰذا اِس کا جواب دینا ضروری نہیں؛ ورنہ حضور ﷺ پہلے جواب دیتے، پھر ادب سکھلاتے؛ لہٰذا اس کا سلام نہ ہونا راجح ہے۔ (ردالمحتار: ۹/۵۹۶)

لیکن علامہ عینی کی رائے یہ ہے کہ اگر کسی نے آغاز ہی میں لاعلمی کی وجہ سے "علیکم السلام" کہہ دیا تو اگرچہ ایسا کرنا مکروہ ہے؛ لیکن اُسے جواب دے دینا چاہیے، اِس رائے کو انہوں نے صحیح قرار دیا ہے، اور عدمِ جواز کی رائے کو "قیل" سے بیان کیا ہے۔ (عمدۃ القاری: ۱۵/۳۴۶)؛ چناں چہ ترمذی کی روایت میں حضور کا بعد میں جواب دینا ثابت ہے۔ (رقم الحدیث: ۲۷۲۱)

مسئلہ: اگر صورتِ مذکورہ میں کوئی واو کا اضافہ کرکے وعلیکم السلام کے ذریعہ سلام کرے تو جواب کا مستحق نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اِس لفظ میں، ابتداءً سلام بننے کی صلاحیت ہی نہیں؛ لہٰذا یہ سلام ہی نہیں ہے۔ (ردالمحتار: ۹/۵۹۶)

اس کی مزید تفصیل ''رموزِ سلام'' کے تحت آئے گی، ان شاء اللہ۔

سلام کے جواب میں علیك السلام یا علیکم السلام کہنا — ایک علمی بحث

السلام علیکم کا مسنون جواب وعلیکم السلام یا وعلیك السلام ہے؛ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے اور یہی لوگوں میں رائج ہے؛ لیکن فقہاء نے اِس موقع پر یہ بھی گفتگو کی ہے کہ اگر کسی نے، جواب میں بغیر واو کے علیکم السلام کہہ دیا تو یہ جوابِ سلام ہوگا یا نہیں؟ یہ ایک علمی بحث ہے، شائقینِ علم وفن کے لیے، سپرد قرطاس کی جارہی ہے۔

اس سلسلے میں دو رائے ہیں: پہلی رائے یہ ہے کہ "علیکم السلام" بحذف الواو، سلام کا جواب نہیں بن سکتا، اور نہ ہی اس سے جوابِ سلام کا فریضہ ساقط ہوگا. اِس رائے کی بنیاد تین دلیلوں پر ہے: (۱) اِس طرح جواب دینا مسنون جوابِ سلام کے خلاف ہے (۲) ایسی صورت میں یہ معلوم نہ ہوسکے گا کہ علیکم السلام کہنے والے نے سلام کا جواب دیا ہے یا خود ہی سلام کیا ہے؛ کیوں کہ اس صیغے میں سلام اور جوابِ سلام: دونوں کی گنجائش ہے: (۳) تیسری دلیل وہ حدیث ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: إذا سلَّم علیکم أھل الکتاب، فقولوا: "وعلیکم" یعنی اہل کتاب تمھیں سلام کردیں تو جواب میں "وعلیکم" کہہ دیا کرو (مسلم: ۲۱۶۳،

باب النهی عن ابتداء أهل الکتاب) طرزِ استدلال یوں ہے کہ حضور ﷺ نے جب اُن اہل کتاب کے سلام کے جواب میں ''وعلیکم'' (باثبات الواو) کہنے کا حکم دیا ہے جو کبھی السلام علیکم کے بجائے السام علیکم (تم پر موت ہو) بھی کہہ دیا کرتے تھے، تو مسلمان کے سلام کے جواب میں تو وعلیکم السلام کہنا بدرجہ اولیٰ لازم اور ضروری ہوگا۔

دوسری رائے اِس سلسلے میں یہ ہے کہ جیسے وعلیکم السلام (واو کے ساتھ) صحیح ہے، ویسے ہی علیکم السلام (بلا واو) بھی درست ہے، دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے: هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَاماً قَالَ سَلَامٌ (الذاریات: ۳۴) قال سلام کا مطلب ہے سلامٌ علیکم، دیکھیے سلام کے جواب میں وَسلام نہیں ہے؛ بلکہ صرف سلامٌ ہے، دوسری دلیل خلقِ آدم کا قصہ ہے، حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرشتوں کو سلام کیا تو فرشتوں نے کہا: السلام علیك ورحمة الله (بخاری: ۳۳۲۶، باب خلق آدم) دیکھیے یہاں واؤ نہیں ہے، تیسری یہ ہے کہ قرآن میں ہے وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا (النساء: ۸۶) اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ، جواب دینے والا دو باتوں کا مُکلّف ہے: یا تو جواب بالمثل دے یا اُس سے اچھا جواب دے، پہلا عدل ہے اور دوسرا افضل، اب جواب دینے والے نے علیکم السلام کہہ دیا تو یہ جواب بالمثل اور عدل ہے؛ لہٰذا صحیح ہے (خلاصہ زاد المعاد: ۲/۳۸۵)

فیصلہ: علامہ ابن القیم نے ان دونوں رایوں کو ذکر کرنے کے بعد، یہ بحث ذکر کی ہے کہ یہودیوں کے سلام کے جواب میں احادیث میں وعلیکم ہے یا صرف علیکم ہے؟ روایتیں دونوں طرح کی ہیں، ابن القیم کا رجحان اِس جانب ہے کہ اثباتِ واو، والی روایتیں صواب اور احسن ہیں؛ غالبًا اِس سے یہی ثابت کرنا ہے کہ السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا زیادہ بہتر اور سنت کے قریب ہے۔ (عمدۃ القاری: ۱۵/۳۴۶، نقلا عن شرح النووی) تاہم جائز وعلیکم السلام بھی ہے؛ کیوں کہ ایسی بحث جب اہل کتاب کے جواب کے سلسلے میں کی جاسکتی ہے تو یہی حکم مسلمان کے سلام کے جواب کا بھی ہونا چاہیے۔

چند مسائل

۱- سلام کے جواب کا افضل اور اعلیٰ درجہ ''وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته''

ہے اور صرف ''وعليكم السلام'' کہنا بھی جائز ہے۔ (عمدۃ القاری: ۱۵/۳۴۶)

۲- کسی نے سلام کے جواب میں صرف ''علیکم'' کہا تو یہ سلام کا جواب نہیں سمجھا جائے گا۔ (حوالہ سابق)

۳- کسی نے سلام کے جواب میں صرف ''وعلیکم'' کہا تو دونوں قول ہیں: جواب ہو جائے گا، دوسرا قول یہ ہے کہ کافی نہیں ہوگا۔ (ایضا)

شریعت میں الفاظ بھی مقصود ہیں

حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں ''عليك السلام'' کہنے کی ممانعت آئی ہے؛ اس کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ سلام میں الفاظِ منصوصہ مسنونہ کی پیروی ضروری ہے۔

اِس اِجمال کی تفصیل یہ ہے کہ الفاظِ شرعیہ میں اپنی طرف سے اضافہ، کمی اور ردّو بدل جائز نہیں؛ بلکہ اِس میں نص کی اِتّباع ضروری ہے، بطور دلیل کچھ روایات پڑھیے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور ﷺ نے فرمایا:

جب تم اپنی خواب گاہ میں آؤ تو اِس طرح وضو کرو، جس طرح نماز کے لیے کیا جاتا ہے، پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ اور یہ دعا پڑھو:

اللّٰهم أسْلمتُ وَجْهِي إليك، وفَوَّضتُ أَمْرِي إليك، وأَلْجأتُ ظَهْري إلَيك، رَغْبَةً ورَهْبَةً إلَيك، لا مَلْجَأَ ولا مَنْجىٰ مِنْكَ إلَّا إلَيكَ. آمَنْتُ بكتابك الذي أنْزَلتَ وبِنَبِيِّكَ الذي أرْسَلْتَ.

اگر تم اسی رات فوت ہوئے تو مسلمان ہوتے ہوئے فوت ہوگے؛ لہٰذا تم اِن کو اپنے آخری کلمات بناؤ، میں نے کہا: میں تو وَبِرَسُولك الذي أرسلتَ یاد کرتا ہوں (بخاری کی دوسری روایت میں ہے: کہ میں نے یہ کلمات رسول اللہ ﷺ کے سامنے دُہرائے، جب میں نے وَبِرَسُولك پڑھا) تو آپ نے فرمایا: نہیں، وبِنَبِيِّك الذي أرسلتَ پڑھو۔ (بخاری، رقم: ۵۹۵۲، الدعوات)

دیکھیے رسول اور نبی میں، عام علماء کے نزدیک ترادُف ہے یا بعض کے نزدیک رسول خاص ہے، یعنی معنی میں اعلیٰ ہے نبی سے؛ لیکن اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے حضرت براء کو اِس طرح پڑھنے سے منع فرمادیا۔

حضرت نافع کہتے ہیں: ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس چھینکا اور کہا: الحمد للّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ، تو ابن عمر نے کہا میں بھی الحمد للّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ کہہ سکتا ہوں؛ لیکن یہ طریقہ نہیں ہے (کہ الحمد للّٰہ کے ساتھ والسلام کو ملایا جائے) ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس موقع پر یہ تعلیم دی ہے کہ ہم الحمد للّٰہ علی کل حال کہیں۔ (ترمذی، رقم: ۲۷۳۸)

اِن نُصوص سے یہ بات نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت ہوتی ہے کہ الفاظِ شرعیہ کی پیروی ضروری ہے، اِس کے اندر کمی بیشی جائز نہیں؛ لہٰذا سلام اور جوابِ سلام کے وہی الفاظ معتبر ہوں گے، جو قرآن وسنت سے ثابت ہیں، اور اگر سلام کے الفاظ بالکلیہ ترک کردیئے جائیں اور اُن کی جگہ دوسرے الفاظ: عربی یا علاقائی زبانوں کے اختیار کیے جائیں تو وہ اسلامی تحیہ نہیں ہوگا، اسلامی سلام وہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا ہے اور عربی میں ہے؛ ہاں اگر اسلامی سلام کے بعد، علاقائی کلماتِ ملاقات بولے جائیں، جیسا کہ بولا جاتا ہے تو اِس میں کوئی حرج نہیں۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

اس حدیث (اس سے مراد وہ روایت ہے، جس میں ہے کہ حضرت جابر بن سُلیم نے ابتداءً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں سلام کیا تھا: علیك السلام یا رسول اللّٰہ! تو آپ نے منع فرمادیا تھا، (ابوداؤد، رقم: ۵۲۰۹) سے ایک اور بنیادی بات معلوم ہوئی، جس سے آج کل لوگ بڑی غفلت برتتے ہیں، وہ یہ کہ احادیث سے معنی، مفہوم اور روح تو مقصود ہے ہی؛ لیکن شریعت میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے الفاظ بھی مقصود ہیں، دیکھیے ''السلام علیکم'' اور ''علیکم السلام'' دونوں کے معنی تو ایک ہی ہیں، یعنی تم پر سلامتی ہو؛ لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر بن سُلیم رضی اللہ عنہ کو پہلی ملاقات ہی میں اِس امر پر تنبیہ فرمائی کہ سلام کرنے کا سنت طریقہ اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ ''السلام علیکم'' کہو، ایسا کیوں کیا؟ اِس لیے کہ اس کے ذریعہ آپ نے امت کو یہ سبق دے دیا کہ ''شریعت'' اپنی مرضی سے راستہ بتا کر چلنے کا نام نہیں ہے؛ بلکہ ''شریعت'' اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا نام ہے۔

آج کل لوگوں کی زبانوں پر اکثر یہ رہتا ہے کہ شریعت کی روح دیکھنی چاہیے، ظاہر اور الفاظ کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیے، معلوم نہیں لوگ الفاظ کے بغیر روح تک کیسے پہنچ جاتے ہیں، اُن کے پاس کون سی ایسی خورد بین ہے، جس میں اُن کو روح نظر آتی ہے؛ حالاں کہ شریعت میں روح کے

ساتھ ظاہر بھی مطلوب اور مقصود ہے، سلام ہی کو لے لیں کہ آپ ملاقات کے وقت ''السلام علیکم'' کے بجائے اردو میں یہ کہہ دیں ''سلامتی ہو تم پر'' دیکھیے معنی اور مفہوم تو اِس کے وہی ہیں جو ''السلام علیکم'' کے ہیں؛ لیکن وہ برکت، وہ نور اور اتباعِ سنت کا اجر وثواب، اِس میں حاصل نہیں ہوگا، جو ''السلام علیکم'' میں حاصل ہوتا ہے۔ (اصلاحی خطبات:۶/۱۸۶)

وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں:

ویکرہ تغییر صیغة السلام المشروعة ھکذا بمثل قول بعضھم: ”سلام من اللہ“ فذلك بدعة منكرة. صیغہ سلام کی تبدیلی مکروہ ہے، مثلاً کچھ لوگوں کا سلام من اللہ کہنا بدعت اور منکر ہے۔ (الفقه الإسلامي ۴/۲۶۸۵)

مسنون سلام ''السلام علیکم'' سے ہی ادا ہوگا

آداب عرض یا اِسی قسم کے دوسرے الفاظ، شرعی اسلامی تحیہ کے قائم مقام نہیں ہوں گے، اور سنتِ سلام ادا نہ ہوگی۔ (کفایت المفتی :۹/۹۰)

❁ ❁ ❁